ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

ارمغانِ پاک (جدوجہدِ آزادی کی منظوم داستان) پر ایک نظر

فریحہ تبسم
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract:

The review of the background of the gender tradition of hamasa or razmiya in Urdu poetry is also necessary because the facility of gender integration in Dr. Aslam Ansari's latest poetry collection, "Armaghan-i-Pak (The Organised Story of Freedom Struggle)," is the role of hamasa or razmiya in Urdu poetry. The review of the background of the gender tradition is also necessary because, by conveniently determining the gender connection of Dr. Aslam Ansari's latest poetry collection "Armaghan Pak (Jid wa Jihad Azadi Ki Manzoom Dastan)," this book is "in Urdu poetry." We can hail "Hamasa Jadidi" as a creative masterpiece that consistently introduced the genre. On the occasion of September 1965, a war appeared in the writing of Razmia in Urdu poetry, and it appeared in an emergency manner. In this article, the following aspect has been examined in detail.

عالمی زبانوں کے شعر وادب کو ان کے تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو موجودہ اردو زبان کو اگرچہ قدیم قرار نہیں دیا جاسکتا مگر ادبی ثروت مندی کے لحاظ سے اُردو قدیم زبانوں کے تقابل میں کسی طور پر بھی پیچھے نہیں ہے۔ شعری و نثری ادب کی کم و بیش تمام اصناف میں یہ استثنائے چند ایک اُردو ادب عالمی معیارات کے مطالبات پورے کرتا نظر آتا ہے، جن اصناف ادب میں ادبی حوالہ سے اُردو زبان اپنے جوہر دکھانے سے محروم نظر آتی ہے ان میں سے ایک رزمیہ، حماسہ (ایپک) یا وہ صنف ہے جس کے لیے ایک اور اصطلاح ''مجموعہ داستان ہائے ملی'' بھی دیکھنے میں آتی ہے شاید یہی وجہ ہے اُردو اصناف نظم و نثر کے حوالہ سے مرتبہ بہت سی کتب میں رزمیہ یا حماسہ کے حوالہ سے بحث ہی سرے سے مفقود ملی ہے۔ ظاہر ہے ملی تشخص کے اعتبار سے اُردو ایسی ہزار ہا سالہ تاریخ کی حامل تو نہیں ہے کہ اس کے شعری ادب میں موضوع بنائے گئے واقعات و حکایات اساطیری حیثیت میں سامنے آسکتیں۔ سو اس میں مہابھارت، رامائن، شاہ نامہ فردوسی، اوڈیسی، ایلیڈ یا اینیڈ جیسے رزمیے یا ایپک اس لیے بھی غیر موجود ملتے ہیں کہ اپنے ملی تشخص کے اعتبار سے اردو زبان ابھی نوزائیدگی کی عمر گزار رہی ہے اس لیے کی اردو کی ملی عمر کا آغاز قیام پاکستان سے ہی کیا جاسکتا ہے۔ اس سے قبل برصغیر کے کم و بیش پورے خطے میں بولے اور سمجھے جانے کے باوجود اس کا ملی تشخص اس لیے متنازعہ فیہ سمجھا جاتا تھا کہ اسے مسلمانوں کی زبان قرار دے کر ملی وہ الگ کر دیے جانے کی روش اپنائی گئی تھی۔ اُردو زبان نے اساطیری حوالہ سے اگرچہ ہندی، فارسی، عربی، ترکی سمیت دیگر عالمی زبانوں سے بھی خوب اخذ و اکتساب کیا مگر یہ اخذ و اکتساب محض حوالہ جاتی نوعیت کا رہا۔ اُردو زبان نہ تو مہا بھارت، شکنتلا اور رامائن وغیرہ کو اپنے رزمیہ تقاضوں سے ہم آہنگ کر سکی نہ اس کے لیے شاہ نامہ فردوسی کو اپنے ملی ادب کے طور پر اپنانا ممکن ہو سکا۔ نثری اعتبار سے داستان امیر حمزہ، باغ و بہار فسانہ عجائب وغیرہ چند مزید داستانیں منصہ شہود پر ضرور آئیں مگر رزمیہ یا ایک کے اعتبار سے شعری ادب چند ایک مثنویوں یا داستان کربلا کے واقعاتی بیان یا احوال جنگ کے بیانات تک محدود رہا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ''رزمیہ'' کی اصطلاح جنگ و جدل یا کارزار رزم کے بیان سے مشروط ہے جب کہ حماسہ کے ملی داستانوی عناصر اس شرط کو لازمی نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک ایپک یا حماسہ کے لیے جنگ یا رزم کا بیان ہر گز ضروری نہیں ہے۔ سو حماسہ کے اس تصور نے اردو شعری اصناف میں لکھی جانے والی داستان کربلا "حماسہ کی صنفی حدود و قیود کی تعریف سے خارج کرتے ہوئے اصطلاحی طور پر حماسہ کو مزید دو حصوں حماسۂ اصلی (حماسۂ ملی) اور حماسۂ فنی (حماسہ جدید) میں تقسیم کر دیا اس ضمن میں ابوالاعجاز حفیظ صدیقی کشاف تنقیدی اصطلاحات میں لکھتے ہیں:

> ''چونکہ رزمیہ کی اصطلاح میں خلطِ مبحث کا اندیشہ لاحق رہتا ہے اس لیے سید عابد علی عابد اور دوسرے نقادوں نے ایپک کے اصطلاحی معنوں میں حماسہ کی اصطلاح استعمال کی ہے۔۔۔ انھوں نے حماسہ کی دو قسمیں قرار دی ہیں (الف) حماسۂ اصلی (حماسۂ ملی) (ب) حماسۂ فنی یا حماسۂ جدید''۔(۱)

عابد علی عابد، حماسہ کے بارے میں رقم طراز ہیں :

''حماسۂ اصلی دراصل کسی قوم یا کسی نسل کے اجتماعی ذہن کی تخلیق ہوتا ہے۔ حماسہ برابر کہانیوں اور داستانوں کی صورت میں نشوونما پاتا رہتا ہے یہاں تک کہ کوئی عظیم المرتبت فنکار تمام پرانی داستانوں کو ایک لڑی میں پرو دیتا ہے اور شعوری طور پر داستان کے تمام عناصر میں ربط پیدا کرتا ہے۔ حماسہ اصلی صمنیات سے بہت مواد مستعار لیتا ہے۔ مافوق الفطرت عناصر سے بھی خوب کام لیتا ہے۔ تاریخ کے خشک واقعات کو اہمیت دیتا ہے۔ حب الوطنی شجاعت بلند ہمتی اور حریت کا احترام اس کی بنیادی قدر ہوتی ہے۔ انداز تحریر نسبتاً سادہ تصنع سے خالی اور غیر معمولی آرائش سے معرا ہوتا ہے۔ اس کے بر خلاف حماسۂ جدید یا حماسۂ فنی میں صنعت گری قدم قدم پر نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے فنکار نے واقعات کے ایک خاص سلسلہ کو نظم کرنے کے لیے انتخاب کیا ہے اور اسے افسانوی مواد بوجوہ کم ملا ہے۔(۲)

اُردو شاعری میں حماسہ یا رزمیہ کی صنفی روایت کے پس منظر کا جائزہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ ڈاکٹر اسلم انصاری کے تازہ ترین شعری مجموعے ''ارمغانِ پاک (جدوجہدِ آزادی کی منظوم داستان)'' کے صنفی انسلاک کی سہولت اُردو شاعری میں حماسہ یا رزمیہ کی صنفی روایت کے پس منظر کا جائزہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ ڈاکٹر اسلم انصاری کے تازہ ترین شعری مجموعے ''ارمغان پاک (جدوجہد آزادی کی منظوم داستان)'' کے صنفی انسلاک کا یہ سہولت تعیین کرتے ہوئے اس کتاب کا اُردو شاعری میں ''حماسہ جدید '' کا بطور صنف با قاعدہ آغاز کرنے والے تخلیقی شاہکار کے طور پر خیر مقدم کیا جا سکے۔ اُردو شاعری میں رزمیہ لکھے جانے پر ایک رو جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء کے موقع پر ظہور پذیر ہوئی تھی اور جتنے ہنگامی انداز میں اس کا ظہور ہوا تھا۔ اس ہنگامی انداز میں بہت کم عرصہ کے دوران میں ہی یہ معمولات کے مدوجزر کا شکار ہو گئی اور معاصر شعرا ملی و جنگی تناظر میں لکھے جانے والے ادب چند ایک یادگار نمونے چھوڑ کر آگے بڑھ گئے اور ایک مستقل یا جامع رویے کی صورت میں اُردو حماسہ کی صنف کوئی شباہت اختیار نہ کر سکی۔۔۔ دیکھا جائے تو کم و بیش ہر شاعر کے تخلیقی اثاثے میں چند ایک نظمیں، طویل نظمیں ایسی ضرور مل جاتی ہیں جن کا مطمح نظر ملی حوالہ سے مقاصد حیات کو اُجاگر کرنا ہوتا ہے مگر انھیں حماسہ کی صنفی کلیت تناظر میں نہیں دیکھا جا سکتا۔۔۔ تاریخ تو ارتقائی طور پر مربوط انداز میں تفصیل کے ساتھ بیان کرتی ہوئی شعری کاوش کو ہی ''حماسہ'' کے طور پر لیا جا سکتا ہے حتی کہ ڈاکٹر اسلم انصاری کے کم و بیش ہر شعری مجموعے میں چند ایسی تخلیقات ضرور مل جاتی ہیں جن کا پس منظر کسی تاریخی مقام، واقع یا شخصیت سے جڑا ہوا ہوتا ہے مگر چوں کہ وہ تاریخی تسلسل کی کلیت کا تقاضا پورا کرنے یا یوں کہہ لیں کہ اول تو آخر داستانوی تسلسل کے مطالبات پورے کرنے سے قاصر ہوتی ہیں اور مکمل داستان کے کسی جزوی منظر نامے کا ایک نظری عکس سامنے لاتی ہیں۔ اس لیے حماسے کی شناخت پانے یا اسے شناخت دینے میں کوئی اہم کردار ادا کرنے سے قاصر رہتی ہیں۔ اردو شعریت میں حماسہ کو رواج دینے کی ایک اولین کوشش کے طور پر جس شعری مجموعے کا ذکر کیا جانا ضروری ہے وہ جعفر طاہر کا کینٹوز پر مبنی مجموعہ بعنوان ''ہفت کشور'' ہے۔ اس کتاب کے حوالے سے ڈاکٹر خواجہ زکریا اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں :

''یہ کتاب رائٹرز گلڈ کے توسط سے ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی اور آدم جی انعام کی مستحق قرار دی گئی اس میں سات مسلم ممالک یعنی ترکی، مصر، عرب، عراق، ایران، پاکستان اور الجزائر کے بارے میں سات الگ الگ ابواب لکھے گئے ہیں اور ہر ملک کی تاریخ آب و ہوا، روایات اور ادب و فن وغیرہ کی عکاسی خوبصورتی سے کی گئی ہے۔ ساتوں طویل نظموں میں بیانیہ شاعری کے بعض لاجواب ٹکڑے موجود ہیں۔''(۳)

متذکرہ کتاب اُردو شاعری میں مسلم قومیت کے اعتبار سے اپنی ملی نوعیت کے باوجود ''حماسہ'' کی روایت کی بنیاد اس لیے نہ لکھ پائی کہ مختلف ممالک کی تاریخ کو اکائی کے تناظر میں نہیں دیکھا جا سکتا جب کہ ارمغانِ پاک کے مندرجات کا موضوع اول تا آخر تاریخ اسلامیان پاک و ہند کے تناظر میں برصغیر میں مسلم ریاست کا احیا و ارتقا، مغلیہ سلطنت کا زوال۔ تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کا طویل دورانیہ ہے اور اس دورانیے میں اہم موڑ کے طور پر سامنے آنے والے واقعات، کلیدی شخصیات، فکری، علمی و فلسفیانہ نکات اسی تسلسل اور ربط کے ساتھ سامنے آتے چلے جاتے ہیں جو تسلسل اور ربط تاریخی بیانیے سے مشروط ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ارمغان پاک کو اُردو شعری روایت میں ''حماسہ جدید '' کی بنیاد رکھنے والے ایک اہم شعری مجموعے کے طور پر دیکھا جانا ضروری ہو جاتا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

علمی وادبی اعتبار سے ڈاکٹر اسلم انصاری بیک وقت شاعر، نقاد، محقق، دانش ور اور ماہر تعلیم کی شناخت رکھتے ہیں۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام شائع ہونے والی ان کی منتخب کلیات کے پس ورق پر ان کا تعارف کچھ اس طور پر پیش کیا گیا ہے:

> ڈاکٹر اسلم انصاری ۳۰۔اپریل ۱۹۳۹ء کو ملتان میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مختلف تعلیمی اداروں میں حاصل کی۔ ۱۹۵۹ء میں ایمرسن کالج، ملتان سے بی۔اے (آنرز) کا امتحان امتیازات کے ساتھ پاس کیا اور فلسفے اور فارسی میں آنریبل مینشن (رول آف آنرز) کی سند پائی۔ ۱۹۶۲ء میں پنجاب یونیورسٹی اورئینٹل کالج، لاہور سے ایم۔اے (اردو) کے امتحان میں درجہ اول اور امتیاز کے ساتھ کامیاب ہوئے۔بعد میں ایم۔اے فارسی کا امتحان بھی امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی کی ڈگریاں بھی حاصل کیں۔ملازمت کا آغاز پنجاب یونیورسٹی اورئینٹل کالج لاہور سے کیا۔ ۱۹۶۳ء کے اواخر میں سرکاری ملازمت جوائن کی اور پنجاب کے مختلف کالجز میں لیکچرر، اسسٹنٹ پروفیسر اور ایسوسی ایٹ پروفیسر کے فرائض سر انجام دیئے اور گورنمنٹ ایمرسن کالج ملتان سے ایسوسی ایٹ پروفیسر کے طور پر ریٹائر ہوئے۔ ۱۹۷۵ء تا ۱۹۶۹ء کے درمیانی عرصے میں ملتان آرٹس کونسل (گورنمنٹ آف دی پنجاب) کے پریزیڈنٹ ڈائریکٹر کے عہدے پر بھی فائز رہے۔اُردو، فارسی اور انگریزی میں بیس کے قریب کتب شاعری اور تحقیق و تنقید کے موضوع پر شائع ہو چکی ہیں۔ مختلف اوقات میں مختلف ایوارڈز حاصل کیے۔ ۲۰۰۹ء میں تمغہ امتیاز سے نوازے گئے۔آج کل بھی تصنیف و تالیف میں مصروف ہیں اور مختلف جامعات میں وزٹنگ پروفیسر کے طور پر فرائض سر انجام دیتے ہیں۔ کئی جامعات میں ان کے فکر و فن پر ایم۔اے، ایم فل اور پی ایچ۔ڈی کے مقالات لکھے جا چکے ہیں۔"(۴)

ڈاکٹر اسلم انصاری کے مجموعہ جات میں خواب و آگہی، نقش عہد وصال کا، شبِ عشق کا ستارہ، برگ و سمن (رباعیات) شامل ہیں جب کہ "نگارِ خاطر" اور "چراغ لالہ" فارسی مثنویات پر مشتمل کتب ہیں۔غالب پر "غالب کا جہان معنی" کے نام سے ایک کتاب جب کہ اقبالیات کے حوالہ سے فیضانِ اقبال (منظوم) "اقبال، عہد آفریں شعر فکر واقبال، مطالعات اقبال" شائع ہو چکی ہیں۔ متفرق موضوعات پر مشتمل تحقیقی و تنقیدی تصنیفات میں اردو شاعری میں المیہ تصورات، تکلمات "زندگی" کا فنی و فکری مطالعہ، مکالمات، فکر و انتقاد، ادبیات عالم میں سیر افلاک کی روایت اور دوسرے مضامین شامل ہیں۔بیڑی وچ دریا کے نام سے ایک ناول بھی آ چکا ہے۔دو انگریزی کتب Kafces Kh. Fareed اور Lotus and the Sandwaves کے شریک مترجم کے طور پر سامنے آتے ہیں جب کہ میر تقی میر کی شخصیت و فن پر ایک اہم کتاب جسے میر کہتے ہیں صاحبو زیر طبع ہے۔

ڈاکٹر اسلم انصاری کے مندرجہ بالا سوانحی نکات و کارہائے تخلیق کی تفصیل جاننے کے باوجود حماسۂ جدید "ارمغان پاک" کا تخلیقی پس منظر جاننے کے لیے اس امر کا ادراک کر لینا ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ تاریخ پاک و ہند کے ضمن میں برصغیر میں اسلام کی آمد، احیاء، مسلم اقتدارِ اعلیٰ کا قیام، مختلف سلاسل ہائے سلطنت، پرتگیزیوں، فرانسیسیوں، انگریزوں کی نوآبادیاتی پیش رفت، مغلیہ سلطنت کا زوال، جنگ آزادی کی ناکامی۔۔۔دوسری جنگ عظیم کے برصغیر پر اثرات، مذہبی و سیاسی تحریکیں، مسلم سیاسی بیداری، مسلم لیگ کا قیام، جدوجہد پاکستان، تقسیم برصغیر، قیام پاکستان۔ برصغیر پاک و ہند میں مسلم تشخص کی معرکہ آرائی میں شریک مشاہیر کی کردار یت کے ایک نکتہ شناس تجزیہ کار ہیں۔ انھوں نے پورے خطے کی تاریخ کا نہایت باریک بینی سے مطالعہ کرتے ہوئے جو تجزیاتی نتائج اخذ کیے ہیں۔انھیں اپنے حسیاتی ردعمل سے گزار کے جس مقصدِ حیات سے مربوط کیا ہے اس کی معنویت اُجاگر کرنے کے لیے ہی اسے ارمغان پاک کے نام سے حماسۂ جدید کی ایک نئی شعری روایت کے تجربے میں ڈھال کر سامنے لاتے ہیں۔سب نئے ادبی تجربے کے حوالہ سے بھی ڈاکٹر اسلم انصاری اپنا ایک خاص موقف رکھتے ہیں۔اپنی کتاب فکر و انتقاد کے ایک مضمون "مستقبل کے ادبی رجحانات" میں ان کا اس حوالہ سے کہنا ہے کہ:

> "ادبی تجربہ کسی لیبارٹری میں تو ہوتا نہیں کہ پنے تلے پیمانوں کے مطابق روایت سے اس کی نسبتیں طے کر لی جاتیں اور اس طرح ایک ادبی کارنامہ ظہور میں آ جائے جو روایت اور تجربے دونوں پر حاوی ہو۔ تجربے کا اصل میدان انسانی زندگی ہے انفرادی بھی اور اجتماعی بھی۔انفرادی حیثیت سے فنکار کے شعور کا وہ نقطۂ مستنیر جو عام انسانوں کے نکتۂ شعور سے زیادہ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

روشن اور زیادہ واضح ہوتا ہے، جس کے آئینے میں موجود ناموجود حقیقتیں اپنا پرتو ڈالتی ہیں اور اس طرح فنکار اس روشنی کی مدد سے اشیاء اور واقعات و حالات کے نقص و کمال کو پرکھتا اور حقائق کے نئے نئے گوشے نئے نئے زاویے تلاش کرتا، زندگی اور تاریخ کے تخلیقی اور ارتقائی عمل کے ایک حقیقی اور فعال نمائندے کی حیثیت سے ماضی اور مستقبل کو ایک دوسرے سے ملاتا ہے۔"(۵)

نئے ادبی تجربے کے خال و خلد اُجاگر کرتا ہوا مندرجہ بالا اقتباس اگرچہ "ارمغان پاک" کی شاعری یا شعری روایت کے تطابق میں نہیں لکھا گیا تھا مگر اس کا انطباق اس مجموعے کی کغل چالیس عدد منظومات میں سے ہر نظم پر کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس شعری مجموعے میں انھوں نے بطور شاعری خود کو "تاریخ کے تخلیقی اور ارتقائی عمل کے ایک حقیقی اور فعال نمائندے" کی حیثیت سے بطور پاکستانی اپنے ماضی سے اور مستقبل کو۔۔۔ایک دوسرے سے مربوط کرنے کی قابلِ تقلید مثال پیش کی ہے۔ارمغانِ پاک کی انتسابی تحریر جن الفاظ پر مشتمل ہے وہ کچھ یوں ہے کہ:

"ممتاز ماہرِ لسانیات، لغت شناسی اور دانشور پروفیسر غازی علم الدین کی وطن دوستی کے نام"

اس انتسابی تحریر میں "وطن دوستی" دو ایسے الفاظ سے کہ جو اس کتاب کے تخلیقی محرک کو از خود واضح کر دینے کے لیے کافی ہیں۔۔۔بنیادی طور وطن دوستی اور ایک پاکستانی کے طور پر شناخت کا تفاخر، شاندار ثقافتی و تاریخی روایات اور ایک تابناک مستقبل کا ایقان اس شعری مجموعے کا محرک بھی ہیں اور اس کا حاصل بھی۔۔۔ارمغان پاک کے مندرجات کو ان مقاصد تخلیق کے تناظر میں دیکھا جانا ضروری ہے جو اس حماسہ یار زمیہ کے شاعر نے اپنے دیباچہ میں تحریر کیے ہیں۔ڈاکٹر اسلم انصاری نے دیباچہ کے طور پر اپنی معروضات کی بنیاد معروف مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی کتاب "برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ" مطبوعہ ۱۹۸۳ء کے ترجمہ شدہ اس اقتباس کو بنایا ہے کہ

"مسلمانان ہند کے اخبار و احوال تاریخی ادب میں اپنا صحیح مقام حاصل نہیں کر سکے ہیں۔اس کا یہ سبب نہیں ہے کہ مواد کی کچھ کمی ہے، کیونکہ مسلمان وقائع نگاری کے شائق رہے ہیں اور نہ ہندوستان کی مسلم تاریخ میں دلچسپ عناصر کی کوئی قلت ہے ایک داستان عزم جرات سے بھی وہ اس لائق ہے کہ سنائی جائے۔۔۔مسلمانوں نے برعظیم میں ایک ایسی سلطنت قائم کی اور اسے چلایا جو متعدد صدیوں تک جاری رہی۔اس کی شان و شکوہ نے تمام دنیا کے تخیل کو متاثر کیا اور اس کی عظمت متعدد زبانوں میں ضرب المثل بنتی رہی اور اس کی عظمت کے گیت گائے گئے۔اس کا عظیم کارنامہ یہ تھا کہ اس نے مستحکم نظمِ حکومت اور پائیدار ثقافت کی ایسی روایات قائم کیں جن کا اجواب اس عہد میں شاذ و نادر ہی پیدا کیا جاسکا۔"(۶)

گویا "ارمغان پاک" کا تخلیقی جواز ایک واضح مقصدیت کا حامل ہے جسے ہم پاکستانی نیشنلزم یا پاکستانی قومیت کے خدوخال نمایاں کرنے والے عناصر خواہ ان کا تعلق تاریخ سے ہو، ثقافت سے، مذہبی روایات سے یا معاشرت و معیشت سے ان کے تخلیقی فیضان کا خاصہ نظر آتے ہیں وہ بودلیر کے اس خیال سے کہ "شاعری کا اپنے علاوہ کوئی مقصد نہیں ہوتا" جسے عمومی طور پر شعر برائے شعر کی اصطلاح میں بیان کیا جاتا ہے سے صریحاً اختلاف رکھتے ہیں۔وہ گوئٹے کے اس بیان سے تو متفق ہیں کہ حسن ہی اخلاق کا سب سے بڑا مخزن ہے مگر اس کے اس خیال سے اتفاق نہیں رکھتے کہ حسن سے ہٹ کر کسی اخلاقیات (مقصدیت) کی کھوج کی ضرورت نہیں۔یہی وجہ ہے کہ انھوں نے حسی جمالیات کے اعلیٰ و ارفع معیارات تک رسائی پاتے ہوئے اپنی قومی، ملی یا وطنی جذبات و خیالات کو اپنے پیش نظر رکھا اور فکری سطح پر اپنی منظومات میں تاریخی کشمکش کو اس کی محض مادی تعبیرات تک ہی محدود نہیں رکھا جیسا کہ ہمارے آج کے ترقی پسندانہ شعور کا شیوہ ہے۔۔۔تاریخ کے ارتقا کے باب میں انھوں نے ارمغانِ پاک میں جس تاریخی آویزش کی تصویر کشی کی ہے وہ انھیں تاریخ کی بابت اینگلز کے اس نظریے کے قریب کر دیتی ہیں کہ تاریخ کشمکش کی مادی تعبیر محض پیداواری وسائل و ذرائع پر ہی حتمی انحصار نہیں رکھتی بلکہ اس کی صورت گری کرنے میں فلسفیانہ تخیلات، مذہبی تصورات اور سیاسی میلانات کا بھی بہت عمل دخل ہوتا ہے اور یہ سب عناصر مل جل کر ہی تاریخی جدوجہد کی نیت متعین کرتے ہیں۔

مولانا شبلی نعمانی کے حوالہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی جمال پرستی یا جمال پسندی کے باعث مولانا حالی کی شعری اخلاقیات کے فلسفے کے کچھ زیادہ قائل نہیں تھے مگر اس کے باوجود وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اخلاقی تعلیم کے لیے ایک ایک شعر ایک ضخیم کتاب سے زیادہ کام دے سکتا ہے سو اس تناظر میں اگر شجاعت، ہمت، غیرت، حمیت، آزادی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

کو اشعار کے ذریعے اُبھارا جائے تو کوئی اور طریقہ اس کی برابری نہیں کر سکتا۔۔۔ مولانا شبلی نعمانی نے ایسے منجملہ جذبات کو ''شریفانہ جذبات'' پر محمول کیا ہے سو اگر یہ کہا جائے کہ ارمغانِ پاک کی شاعری مجموعی اعتبار سے انہی شریفانہ جذبات واذکار'' کا تعلق ان اسباب سے اساسی نوعیت کا ہے جو بالآخر قیام پاکستان پر منتج ہوئے۔ پاکستانیت کی فکری شناخت رکھنے والا شعر وادب، واقعہ یہی ہے کہ قیام پاکستان کے بعد کئی دہائیاں گزر جانے کے باوجود بھی مفقود ہی دکھائی دیتا رہا۔۔۔ پاکستانی اردو ادب کا اس تاریخی کشمکش کے جو بالآخر قیام پاکستان پر منتج ہوئی سے اغماض برتا جانا بہت سے ناقدین کے لیے بھی ایک عرصہ تک باعث تشویش رہا۔ اس صورت حال کو بیان کرتے ہوئے سلیم احمد اپنے ایک مضمون جدید تقاضے اور پاکستانی ادب میں لکھتے ہیں:

> ''ہمارا ادب اپنی تمامتر ترقی پسندی، اپنے تاریخی قوتوں کے شعور، معاشی مسائل کے ادراک، زندگی کے عمل، اس کے متقضیات کی تحلیل وتجزیہ، اس کے صالح وہ غیر صالح عناصر کی تنقید کے تمام دعوؤں کے باوجود اس تاریخی کشمکش سے بیگانہ رہا۔ یہاں ان افسانوں یا نظموں کا تذکرہ جن میں ایک قوم کی تاریخی جدوجہد کو فرقہ ورانہ اور مراجعت پسندانہ عناصر کی کار فرمائی کہہ کر مطعون کرنے کی کوشش کی گئی ہے حقیقت، دیانت، تاریخ اور معاشرتی شعور کا منہ چڑانا ہوگا۔''(۷)

گویا نہ صرف یہ کہ پاکستانی قوم کی تاریخی جدوجہد کو معاصر تخلیقی رویوں نے کسی حد تک اپنی ادبی اخذیت و مقصدیت کا حصہ نہیں بنایا بلکہ بعض حلقوں سے اس رویے کی باقاعدہ مخالفت اور خدمت بھی کی جاتی رہی۔۔۔ یہی وہ فکری وجہ تھی کہ اس ماحول میں رزمیہ یا حماسہ جیسی صنف اپنی بنیاد نہ بنا سکی۔ ارمغانِ پاک کے ذریعے ڈاکٹر اسلم انصاری نے پاکستانی اردو ادب کے اس تقاضے کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی ہے کہ جو ایک پاکستانی کے طور پر شاعر، ادیب اور دانشور پر ایک ذمہ داری کے طور پر عائد ہوتا ہے۔

ارمغان پاک کی تخلیق میں ڈاکٹر اسلم انصاری نے ان تمام جملہ تخلیقی وسائل سے استفادہ کیا ہے جو کسی ادب کو بڑے ادب کے قالب میں ڈھال سکتے ہیں۔ ایسا ادب کہ جس کے مقصدی ہونے کے باوجود اس پر شعری جمالیات اس کی مقصدیت کے پہلو کو پس منظر میں لے جاتی ہے۔ شاعری اپنی ارفع واعلیٰ اور نہایت اثر انگیز صورت میں سامنے آتی چلی جاتی ہے۔

''ارمغان پاک'' کے دیباچے میں ڈاکٹر اسلم انصاری نے مختصراً اس تاریخی بیانیے کو بھی دُہرایا ہے کہ جس سے واقفیت کے بغیر ''ارمغان پاک'' کی تخلیقی معنویت اور اس کے تخلیقی کمالات کا مکمل طور پر ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ منظومات کی فہرست پر نگاہ ڈالیں تو محسوس ہوتا ہے کہ جدوجہد آزادی کی اس منظوم داستان کا کوئی اہم موڑ تشنہ بیان نہیں چھوڑا گیا۔

''ارمغان پاک'' میں جہاں پابند شعری روایت کی مختلف النوع صنعتوں سے استفادہ کیا گیا ہے وہیں آزاد نظم کے فنی واجبات سے بھی اظہاری تشنگی کو تسکین دینے کی کوشش کی گئی ہے اور اس ضمن میں بالخصوص ٹیبلو (Tableau) کی روایت جس سے اُردو شاعری کم کم مانوس ہے کو بھی پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ ٹیبلو کا کردار بالعموم ''پرفارمنگ آرٹ'' کے طور پر متعین کیا جاتا ہے تاہم اس کی ہئیتی اور پرفارمنگ کی ضرورتیں پیش نظر رکھتے ہوئے شعری وجدان کو استعمال میں لانا ان چھ عدد منظومات جو ''ٹیبلو'' کے واجباتی تناظر میں تخلیق کی گئی ہیں اردو شعری ادب میں ایک نئی طرح ڈالنے کے مترادف عمل ہے۔ قبل ازیں اس نوع کی منظومات ''کینٹوز'' کی ذیل میں شمار کی جاتی رہی ہیں مگر ظاہر ہے کہ انھیں ٹیبلو کی پرفارمنگ ضروریات کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے تخلیق نہیں کیا جاتا رہا۔ خاص طور پر ''دلیر و کمانوں کے چلے چڑھالو'' کے عنوان سے پہلے تابلیو میں اسی نوع کا آہنگ اختیار کیا گیا ہے جو جعفر طاہر کے بعض کینٹوز کی قرآت سے سامنے آتا ہے۔ اس تابلیو کی تخلیقی اثر انگیزی جس جوش، جذبے، شجاعت اور ولولے اور عزم صمیم سے قاری کو آشنا کرواتی ہے وہ قومی انانیت کا استعارہ بن کر گاہے گاہے ارمغان پاک کے دیگر تخلیقات میں بھی سرایت کیا ہوا ملتا ہے۔ اس تابلیو کی اولین پانچ سطور ملاحظہ فرمایئے جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جنرل بخت خاں کے مجاہدین آزادی سے خطاب کا مضمون پیش کرتی ہیں:

> ''دلیر و کمانوں کے چلے چڑھالو!
> دلوں کے خرابوں سے عزم و عمل کے دفینے نکالو
> مرے سورماؤ، شجاعت کے پتلو، نیاموں سے اس طرح تیغیں نکالو
> کہ جب تک یہ خوں کے سمندر نہ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

نیاموں کی جانب پلٹ کر نہ آئیں"(۸)

"ارمغان پاک" میں شاملِ تقریبات تمام ٹیبلوز کا انداز اظہار اور آہنگ اسی انداز بیان پر مشتمل ہے۔

شہر آشوب اور "پُر آشوب" کے عنوان کی نظمیات ظاہر ہے۔ قوم مسلم کے زوال اور بد حالی کے مضامین بیان کرتی ہیں مگر اس کے باوجود اُمید اور عزم کی تاب ان میں سے مفقود نہیں ہے۔ مثلاً "دہر آشوب" کی ابتدا اگر اس مضمون سے ہوتی ہے کہ :

دہر آشوب تماشا سے ہے نیرنگ نظر
اب کہاں کاوش اظہار ہے پابندِ نظر

تو اختتامیہ مضمون دعائیہ ہے:

فکرِ انسان! بنا کر کوئی تابندہ نظام
اے خداوند! عطا کر کوئی فرخندہ سحر

ارمغان پاک میں ٹیپو سلطان، بہادر شاہ ظفر، قائد اعظم محمد علی جناح، علامہ محمد اقبال کے حوالہ سے متعدد بے مثال نظمیں ملتی ہیں جو تخلیقی ارفعیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہیں۔ مجموعی حوالہ جد وجہد آزادی کی اس داستان کو داستان حریت کا نام بھی دیا جا سکتا ہے جس کا اختتام سرزمین پاک کے لیے ایک دُعا بعنوان "شجر شجر میں درخشاں ہمارے خواب، می" ں سے ہوتا ہے۔ مجموعہ ہذا میں تاریخی تاثر کو بڑھاوا دینے کے لیے جابجا تاریخ پاک وہند کے فیصلہ کن لمحات کی تصاویر بھی مخصوص عنوانات مثلاً سفیر انگلستان سر تھامس رو جہانگیر کے دربار میں، بہادر شاہ ظفر، مقبرہ ہمایوں میں گرفتاری دیتے ہوئے، علماء تو توپوں کے دہانوں سے باندھ کر اڑایا جا رہا ہے۔ وغیرہ شاملِ کتاب کی گئی ہیں جو اس حماسۂ جدید کو دستاویزی شکل میں پیش کرنے میں معاون ثابت ہوتی نظر آتی ہیں۔

مجموعی اعتبار سے دیکھا جائے تو ارمغان پاک کے ذریعے ڈاکٹر اسلم انصاری نے حماسۂ جدید کی ابتدائی تخلیقی نظیر پیش کر دی ہے جس سے حماسۂ جدید کے حوالہ سے صنفی طور پر اس شعری مجموعہ کو اولیت حاصل ہو گئی ہے۔ اُمید ہے کہ اُردو شعری ادب میں ارمغانِ پاک کی تخلیق ایک تحریک کا درجہ اختیار کر جائے گی اور ملی شاعری، حماسہ ورزمیہ کے باب میں نئی تاریخ رقم ہوتی چلی جائے گی۔

ارمغان پاک کے "گیٹ اپ"، حُسن اشاعت وطباعت کے ذِکر سے صرف نظر کرنا بلاشبہ اس شعری مجموعے سے زیادتی کے مترادف ہو گا۔ ان معروضات کے آخر میں ارمغانِ پاک کے دیباچے کے اختتامیہ حصے میں پروفیسر غازی علم الدین کے ان الفاظ کو دُہرائے بغیر چارہ نہیں ہے کہ "ارمغانِ پاک" جیسی کوئی بھی اعلیٰ پائے کی تخلیق محض مہارت شعری ونثری سے تشکیل نہیں پا سکتی جب تک اس کے پیچھے گہرے مطالعے شعور اور ادراک کے ساتھ ساتھ قومی حمیت اور دینی جذبے کا وفور نہ ہو اس بات کا گواہ ان کا زیرِ نظر تخلیقی کارنامہ ہے جو ایسی تبدیلی کا عکاس ہے جس کا مقصد تنسیخِ اقدار نہیں احیاء اقدار ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی (مرتبہ)، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: ادارہ فروغ قومی زبان، طبع دوم، ۲۰۱۸ء، ص ۱۰۲
۲۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی (مرتبہ)، کشاف تنقیدی اصطلاحات، ص ۱۰۳
۳۔ ڈاکٹر خواجہ زکریا، تاثراتی اور تنقیدی تحریریں، مرتبہ: ڈاکٹر آصف علی چٹھہ، لاہور: سنگت پبلشرز ۲۰۱۷ء، ص ۹۳
۴۔ اسلم انصاری، منتخب کلیاتِ اسلم انصاری، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، مطبوعہ ستمبر ۲۰۱۶ء، پس ورق
۵۔ ڈاکٹر اسلم انصاری، فکر وانتقاد، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۹ء، ص ۱۹۹
۶۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، برصغیر پاک وہند کی ملتِ اسلامیہ، لاہور: نگارشات پبلشرز، ۱۹۸۳ء، ص ۸۷
۷۔ سلیم احمد، جدید تقاضے اور پاکستانی ادیب، مشمولہ: ماہ نو (چالیس سالہ مخزن) جلد اول، لاہور: ادارہ مطبوعات پاکستان، ۱۹۸۷ء، ص ۲۵۱۔۲۵۲
۸۔ ڈاکٹر اسلم انصاری، ارمغانِ پاک (جد وجہد آزادی کی منظوم داستان)، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ص ۶۶